تفسیر تیسیر القرآن کا اسلوب ومنہج

*حبیب الرحمٰن
**ضیاء الرحمٰن

Abstract

Maulana Abdul Rehman Kilani was born on November 11,1923 at kallianwala village of Gujranwala district. His father Noor Ilahi was a pious man and was renowned religious scholar. He got his early education from traditional Madarasa and then admitted to Government School. Maulana Kilani was very intelligent and shining student and passed every class with distinctin and was awarded scholarship. He passes his matric from Govt.High School Gujranwal in 1941. His father died in 1943 and due to unfavorable financial conditions he was unable to continue his education. He was deeply imressed by the calligraphy and artistic writing. He moved to Lahore in 1954 and then settled there. He was also involved in religious teaching with the improvement in financial conditions. He started writing on different topics. He had a deep concern to the holy Quran and its teachings. He was at the same time writer, translator of the holy Quran. He then devoted himself to the writing of Tafseer of the holy quran. He completed "Tafseer Teseer ul Quran." The methodology of this Tafseer is unique that he made his Tafseer from the Quranic sayings, the sayings of holy Prophet and the sayings of sahaba. This is the unique Tafseer

*لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سمن آباد، فیصل آباد
**لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

in Urdu language. The language of the Tafseer is very simple and even common men can get through it very easily. This his great contribution in the Tafseer-e-Quran field and is mercy for all urdu speaking muslims that now they can have the maximum benefit from the book of Allah the Holy Quran.

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ [1] ۱۱ نومبر ۱۹۲۳ء کو اپنے آبائی گاؤں حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے والد کا نام نور الٰہی تھا۔وہ اپنے گاؤں کی مسجد کے امام اور خطیب تھے اور ان کے تدین وصالحیت کا لوگوں پر بڑا اثر تھا۔باپ نے اپنے بیٹوں کی بہتر طریقے سے تربیت کی اور انہیں حالات کے مطابق تعلیم دلائی۔ [2] مولاناؒ جماعت اہل حدیث کے ان علماء میں سے ایک ممتاز عالم اور صاحب قلم بزرگ تھے جنہوں نے نام ونمود کی خواہش کے بغیر نہایت خاموشی سے ٹھوس دینی اور علمی خدمات سرانجام دیں ۔مولانا مرحوم کا تعلق اس خاندان سے ہے جو ہمیشہ کتابت میں مصروف ہونے کے علاوہ دینی وعلمی روایات کا بھی حامل چلا آ رہا ہے۔مولاناؒ کے باپ نے اپنے بیٹوں کی بہتر طریقے سے تربیت کی اور انہیں حالات کے مطابق تعلیم دلائی۔عبدالرحمٰن کو سرکاری سکول میں داخل کرادیا گیا وہ بچپن سے ہی ذہین اور حصول علم کے شائق تھے چنانچہ ہر جماعت میں اوّل آتے اور وظیفہ وانعام حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں گوجرانوالہ کے گورنمنٹ ہائی سکول میں میٹرک کا امتحان دیا اور نمایاں پوزیشن میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں والد کا انتقال ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے تعلیم جاری رکھنا ممکن نہ تھا اور فوج میں ملازمت اختیار کرلی پھر ملازمت سے مستعفی ہوکر گھر آ گئے اور خطاطی وخوشنویسی کا پیشہ اختیار کرلیا جوان کا آبائی پیشہ تھا اسی دوران منشی فاضل کا امتحان دیا اور ایف۔اے پاس کرلیا۔ [3] ۱۹۵۴ء میں مستقل طور پر لاہور آ گئے اور وسن پورہ میں اپنا مکان بنالیا پھر وہاں خطاطی بھی کرتے اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم بھی دیتے تھے پھر بہت جلد بچیوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دینے کے لیے ''مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث'' قائم کرلیا۔آہستہ آہستہ حالات بہتر ہوتے گئے اور اللہ کی توفیق سے ذہن تصنیف وتالیف کی طرف منتقل ہوگیا۔آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے ایک خصوصی شغف عطا کیا تھا۔آپ بیک وقت کاتب قرآن ،مترجم قرآن ،محشّی قرآن اور مفسر قرآن کے منصب جلیل پر فائز دکھائی دیتے ہیں انہوں نے اپنی مبارک زندگی میں چالیس سے زائد قرآن مجید کے نسخوں کی کتابت کا شرف حاصل کیا [4] اسی طرح مولاناؒ دیگر موضوعات پر بھی لکھتے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کے آخری حصے میں ان سے جو کام لیا وہ تفسیر قرآن کی تکمیل ہے اس تکمیل کے بعد مولاناؒ اپنے تمام کام معمول کے مطابق انجام دے رہے تھے کہ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۵ رجب ۱۴۱۶ھ بروز منگل بعد از نماز مغرب اپنا کام لے کر بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد اسی طرح کھلی کتابیں چھوڑ کر اُٹھے اور وضو کر کے عشاء کی نماز کے لیے تیز قدموں سے حسب معمول چلتے ہوئے مسجد گئے،نماز ادا کرتے ہوئے سجدہ کی حالت میں

اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) ۵

مولانا کی تفسیر قرآن "تیسیر القرآن" کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ قرآن کریم کی سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک مکمل تفسیر ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں اور بڑے حجم میں ۲۸۱۲ صفحات ہیں۔

پہلی جلد:۔ عنوانات سمیت ۶۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الانعام تک ہے۔

دوسری جلد:۔ یہ عنوانات سمیت ۶۶۴ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور سورۃ الاعراف سے لیکر سورۃ الکھف تک ہے۔

تیسری جلد:۔ یہ ۷۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور سورۃ مریم سے لے کر سورۃ ص تک کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

چوتھی جلد:۔ یہ ۷۲۰ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور سورۃ الزمر سے لے کر آخر قرآن تک ہے۔

اس کے ایک سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں آپ نے یہ تفسیر اردو زبان میں قلمبند کی۔ تفسیر کی زبان رواں اور اسلوب بہت سہل ہے تا کہ قرآن کریم کو ایک عام قاری بھی بڑی آسانی سے سمجھ سکے اور اس کے مفاہیم اس کے دل و دماغ میں راہ پا سکیں۔ تفسیر کو لکھنے اور ترتیب دینے میں کئی سال کا عرصہ صرف ہوا لیکن فاضل مفسر مطبوعہ صورت میں اپنے اس عمل خیر کو دیکھ نہ سکے۔ اس کی اشاعت کا اہتمام ان کی وفات کے بعد ان کے قائم کردہ اشاعتی ادارے مکتبہ اسلام وسن پورہ لاہور کی طرف سے ان کی اولاد نے کیا۔ ۶

آپ نے ہر سورت کو اس کے فضائل کے ساتھ شروع کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہر سورت کا زمانہ نزول اور شان نزول بھی ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد سورت کے شروع میں قرآن کریم کے کلمات ذکر کر کے ان کے نیچے اردو زبان میں ان کا ترجمہ کرتے ہیں اور ترجمہ نہایت سلیس اردو میں ہے جو معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ تفسیری عبارتوں میں زبان و بیان کی سلاست کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت اس بات کا پوری شدت سے لحاظ رکھا گیا ہے کہ نہ محض لفظی ہو اور نہ صرف ترجمانی بلکہ سلیس اور عام انداز میں محاورے کا حتی الوسع خیال رکھتے ہوئے کیا گیا ہے تاہم جو الفاظ صرف ربط مضمون کے لیے لائے گئے ہیں وہ بریکٹ میں دیئے گئے ہیں اس لیے کہ ان کو وہاں محذوف مان کر ترجمہ کر دیا گیا ہے اور قرآن کے کلمات اور ترجمہ کے درمیان خط فاصل ہے جو قرآن کو ترجمہ سے الگ کرتا ہے۔ اہم مقامات پر نمبر دیتے ہیں، اور پھر اس نمبر کے تحت جدید و قدیم کتب تفسیر، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، ارشادات تابعین کی مدد سے قرآن کے کلمات اور آیات کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔ مشکل الفاظ کے معنی کی توضیح کے لیے لغت کی کتابوں سے مدد لیتے ہیں، اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے احادیث و آثار اور لغت کے علاوہ اشعار سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ مولانا کیلانیؒ کی یہ تفسیر بیسویں صدی کے اختتام پر اردو زبان میں سلفی منہج اور تفسیر ماثورہ کی ایک کامیاب کوشش ہے عصر حاضر میں جو مسلکی تعصب نمایاں دکھائی دیتا ہے یہ تفسیر اسی شدت افراط و تفریط میں ایک راہ اعتدال کا

نمونہ پیش کرتی ہے۔ طالبان حق کے لیے قرآن مجید کی یہ تفسیر ایک محکم استدلال اور موزوں اسلوب کی حامل ہے۔

آپ تفسیر میں معاشرتی مسائل پر خصوصی توجہ مبذول کرتے ہیں اور ان معاشرتی خرابیوں پر خوب تنقید کرتے ہیں جو مسلم معاشرہ کو اندر سے گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔ علاوہ ازیں گمراہ فرقوں کا رد بھی کرتے ہیں جیسے نیچری، قادیانی، منکرین حدیث معتزلہ اور کیمونسٹ وغیرہ۔

کلامی استدلال اور منطقی دلائل کہ جن میں بعض مفسرین نے اپنی عمریں گنوا دی ہیں آپ نے غلو نہیں کیا اور فقہی احکام کو بھی بہت کم ذکر کیا ہے۔ آپ نے جہاں تفسیر قرآن میں سنت مطہرہ کی طرف بہت زیادہ توجہ مبذول کی ہے وہاں ضعیف آثار نقل کرنے سے بھی گریز کیا ہے اسی طرح تفسیر قرآن میں بنیادی مصادر پر اعتماد کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علوم قرآن کی طرف بھی متوجہ ہوئے ہیں بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات کو نقل کیا ہے اور بعض ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ ان کا ترک کرنا زیادہ مناسب تھا چنانچہ مولانا کیلانیؒ نے اسرئیلیات کو نقل کرنے سے اجتناب کیا ہے سابقہ کتب سماویہ یعنی تورات و انجیل سے جو چند عبارات آپ نے نقل کی ہیں تو وہ بھی موازنہ کے لیے اور ان کی تردید کے لیے اور کبھی موقف کی تائید کے لیے۔ اگرچہ اس سلسلے میں آپ سے پہلے بھی بعض لوگوں نے اس نہج پر کام کیا ہے آپ نے بعض مقامات پر نحوی مسائل اور صرفی اشتقاقات پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے۔

یہ اس تفسیر کا اجمالی تعارف ہے اب فاضل مفسر کے اختیار کردہ منہج تفسیر کے بعض اہم پہلوؤں کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ا۔ تفسیر بالماثور

(الف) تفسیر القرآن بالقرآن:۔

اس بات پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ تفسیر کا سب سے اعلیٰ درجہ تفسیر بالماثور ہے یعنی قرآن کریم کی کسی ایک آیت کی تفسیر قرآن کریم ہی کی کسی دوسری آیت سے کرنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر اور توضیح کرتی ہیں مولاناؒ نے اس منہج تفسیر پر بہت توجہ دی ہے۔ اور آپ نے یہ اسلوب مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے اپنایا ہے کسی جگہ صرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کسی جگہ یہ ان آیات کو پورا پورا ذکر کرتے ہیں ذیل میں ہم اس تفسیر سے بطور مثال چند تفسیری حواشی پیش کرتے ہیں:۔

ا۔ ارشاد باری تعالیٰ ''صِرَا طَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں

''قرآن کی تصریح کے مطابق ان سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں [8] وہ لوگ نہیں جنہیں مال و دولت یا حشمت و جاہ کی فراوانیاں حاصل ہیں''۔ [9]

اب قدیم اور جدید دور کے کچھ مفسرین نے ''الصراط المستقیم'' کی تفسیر ''صِرَا طَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' سے اور منعم

علیهم کی تفسیر "النبین والصدیقین و الشهداء والصالحین" سے کی ہے جیسا کہ مولانا کیلانیؒ نے کی ہے لیکن مولانا کیلانیؒ نے اس آیت کی روشنی میں عقل پرستوں کا ردّ بھی کیا ہے جو کہ دعا کی قبولیت کے منکر ہیں مولاناؒ رقمطراز ہیں

''قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے جن میں لوگوں کو اللہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور پہلی دعا اس آیت میں آگئی ہے پھر بعض آیات میں دعا قبول کرنے کا بھی ذکر موجود ہے اس کے باوجود مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ جس پر عقل پرستی اور اعتزال کا رنگ غالب ہے اور ہر معجزہ یا خرق عادت بات کی تاویل کرنے کا عادی ہے۔ دعا کی قبولیت کا منکر ہے کیونکہ دعا کی قبولیت کا تعلق بھی غیر مرئی اسباب سے ہے لہٰذا یہ حضرات اس قسم کی آیات میں عجیب وغریب قسم کی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں''۔[10]

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ''كَمَا اَرسَلنَا فِيكُم رَسُولًا مِنكُم يَتلُوا عَلَيكُم اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُم وَيُعَلِّمُكُم الكِتَابَ وَالحِكمَةَ''[11] کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''یہ آیت قرآن میں الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے ساتھ متعدد مقامات پر آئی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اور اسی طرح دوسرے انبیاء کی بعثت کے چار مقاصد ہیں''[12]

اب ہم نے دیکھا کہ مولاناؒ نے ایک آیت کی تفسیر میں دیگر آیات کو بطور دلیل ذکر کیا ہے اور ان کا ایسی آیات کی تفسیر میں طریقہ کار یہ ہے کہ ایک آیت کی تفصیلی تفسیر بیان کر کے بقیہ آیت میں اسی تفسیر کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں بھی مفسر نے یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے۔

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ''وَالوَالِدٰتُ يُرضِعنَ اَولَادَهُنَّ حَولَينِ كَامِلَينِ''[13] کی تفسیر میں رقمطراز ہیں

''اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور یہ مدت قمری تقویم کے حساب سے شمار ہوگی (مزید تفصیل سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ پر حاشیہ ۱۸ میں دیکھئے)''[14]

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، مفسرؒ کا تفسیر القرآن بالقرآن میں یہ انداز ہے کہ ایک آیت کی تفسیر میں تفصیلی تفسیر کے لیے اشارہ فرما دیتے ہیں اور مذکورہ آیت کی تفسیر میں بھی مفسر نے یہی اسلوب اپنایا ہے اب جب ہم نے اس ضمن میں سورۃ لقمان کی آیت کو نکالا تو اس کی تفسیر میں مفسرؒ رقمطراز ہیں کہ

''اس آیت سے نیز سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ سے صراحتاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ اس مدت میں کمی تو ہو سکتی ہے اگر والدین کسی ضرورت کے تحت دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو چھڑا سکتے ہیں لیکن اس مدت میں بیشی نہیں ہو سکتی''۔

نیز سورۃ احقاف کی آیت نمبر ۱۵ میں فرمایا کہ

''حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے اسی میں علماء نے رضاعت کی مدت دو سال شمار کر کے حمل کی مدت میں کمی کے امکان یعنی چھ ماہ کو بھی ممکن قرار دیا ہے''[15]

اب اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مفسرؒ نے یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کو بڑے ہی تفصیلی انداز سے ذکر کیا ہے اور اس سے ہمیں اس تفسیر کے تفسیر بالماثور ہونے پر دلیل ملتی ہے۔

(ب) تفسیر القرآن بالحدیث:۔

تفسیر القرآن بالحدیث کے منہج پر مولاناؒ نے خصوصی توجہ مبذول کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن وحدیث میں ایک نہایت گہرا ربط اور مضبوط تعلق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ''رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ'' ١٦ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''حکمت کے لفظی معنی سمجھ اور دانائی ہے پھر اس میں وہ سب طور طریقے بھی شامل ہو جاتے ہیں جو کسی کام کو عملی طور پر سرانجام دینے کے لیے ضروری ہوں۔ پہلی قسم کو حکمت علمی اور دوسری قسم کو حکمت عملی کہتے ہیں۔ اور قرآن میں جہاں بھی کتاب کیساتھ حکمت کا لفظ آیا ہے تو اس سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ''میرے بعد کوئی شخص غرور سے ایسا نہ کہے کہ میں اللہ کی کتاب میں یہ حکم نہیں پاتا۔ خوب سن لو! مجھے یہ کتاب (قرآن) بھی دیا گیا اور اس کی مثل اتنا کچھ اور بھی'' ١٧

مذکورہ بالا تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مولاناؒ کی تفسیر قرآن میں حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے آپ نے اپنی تفسیر کے دوران اس اصول پر پوری طرح عمل کیا ہے کیونکہ آپ کی تفسیر میں احادیث نبویہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ کی توضیح وتفسیر اور شرعی احکام کو بیان کرنے کے لیے آپ حسب ضرورت ایک دو تین یا اس سے کئی گنا زیادہ احادیث بھی نقل کرتے ہیں اور معنی کی پوری طرح توضیح کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس تفسیر سے بطور مثال چند تفسیری حواشی پیش کرتے ہیں۔

١۔ ارشاد باری تعالیٰ ''وَاٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡاۤ اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ'' ١٨ کی تفسیر میں ''اہل کتاب کے ایمان لانے پر دوہرا اجر'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں

''سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں جبکہ رسول اللہؐ نے فرمایا تین آدمیوں کے لیے دوہرا ثواب ہے ایک تو وہ اہل کتاب جو اپنے پیغبر پر ایمان لایا پھر محمدؐ پر ایمان لایا دوسرے وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی۔ تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو جس سے وہ محبت کرتا ہو اسے اچھی طرح ادب سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے'' ١٩

٢۔ ارشاد باری تعالیٰ ''وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ'' ٢٠ کی تفسیر میں ''نماز باجماعت کی فضیلت اور فوائد'' کے عنوان سے تقریباً چھ احادیث ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ''جماعت کی نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس گناہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔'' ٢١

٣۔ ارشاد باری تعالیٰ ''فَلۡيُقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ'' ٢٢ کی تفسیر میں نو احادیث ''جہاد کی ترغیب، اہمیت اور فوائد'' کے عنوان سے نقل کرتے ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ

''سیدنا ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''کوئی شخص مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت و

ناموری کے لیے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور کوئی غصے اور قومی حمیت کی وجہ سے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''اللہ کی راہ میں لڑنے والا صرف وہ ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس سے اللہ کا کلمہ بلند ہو'' ۲۳

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ''وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا'' ۲۴ کی تفسیر میں ''والدہ حسن سلوک کی والد سے زیادہ حقدار ہے'' کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ

''اس آیت میں پہلے ایک دفعہ ماں اور باپ دونوں سے بہتر سلوک کا حکم دیا۔ پھر تین بار صرف ماں کی خصوصی خدمت کا ذکر فرمایا۔ اور اس آیت کی بہترین تفسیر وہ حدیث ہے جو سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ سے پوچھا میرے بہتر سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے آپؐ نے فرمایا تیری ماں اس نے دوبارہ پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں، تیسری بار آپؐ نے یہی جواب دیا پھر چوتھی بار آپؐ نے جواب دیا تیرا باپ'' ۲۵

اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی تفسیر میں حدیث سے متعلقہ روایات پر کس قدر توجہ کی ہے کہ ایک آیت کی تفسیر میں کئی کئی احادیث ذکر کر دیتے ہیں

(ج) تفسیر القرآن باقوال صحابہ و تابعین

مولانا کیلانیؒ صحابہ کرام اور تابعین کے قوال بھی لاتے ہیں اور ان کی روشنی میں قرآنی کلمات کی تشریح، آیات کریمہ کی تفہیم اور شرعی احکام کی توضیح فرماتے ہیں ذیل میں آنے والی مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے:

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ '' مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ '' ۲۶ کی تفسیر میں قول صحابی یوں نقل کرتے ہیں کہ

''عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے جاہلیت کے زمانے میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو اونٹ سواری کے لیے اللہ کی راہ میں دیئے تھے پھر انہوں نے اسلام کی حالت میں بھی سو غلام آزاد کئے تھے سو اونٹ سواری کے لیے اللہ کی راہ میں دیئے تھے''۔ ۲۷

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ''أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ'' ۲۸ کی تفسیر میں کئی اقوال ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

''سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد نبویؐ میں کھڑا تھا کسی نے مجھ پر پتھر پھینکا، کیا دیکھتا ہوں وہ سیدنا عمرؓ ہیں انہوں نے مجھ سے کہا جاؤ فلاں دو آدمیوں کو بلا لاؤ۔ میں انہیں بلا لایا تو سیدنا عمرؓ نے انہیں پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم طائف سے آئے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے کہا اگر تم شہر مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہؐ کی مسجد میں آوازیں بلند کرتے (شور مچاتے) ہو''۔ ۲۹

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ''وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أَمْوٰلُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ'' ۳۰ کی تفسیر میں مولاناؒ نے تقریباً آٹھ احادیث و اقوال ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک صحابی کا قول دنیا کے مال کی مذمت میں ذکر کرتے ہیں کہ

''ابراہیم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے ایک روز کھانا رکھا گیا تو کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہو

گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کے لیے ایک چادر ملی اور حمزہؓ یا کسی اور کا نام لے کر کہا کہ وہ شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کو بھی صرف ایک چادر تھی میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عیش و آرام کے سامان ہمیں دنیا میں ہی دے دیئے جائیں یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا'' ۳۱

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ''يُنَزِّلُ الْمَلٰۤئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ'' ۳۲ میں الملئکۃ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

''الملئکۃ جمع کا صیغہ ہے مگر اس سے مراد صرف ایک فرشتہ ہے یعنی جبرائیلؑ کیونکہ وہی پیغامبر اور پیغام رسانی کرنے والے فرشتوں کے سردار ہیں اور محاورہ عرب میں سردار رئیس کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی اور بھی نظائر موجود ہیں اور ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے'' ۳۳

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ '' فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ'' ۳۴ کی تفسیر میں مولاناؒ لکھتے ہیں کہ

''سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت تیرے چچا انس بن نضر کے حق میں نازل ہوئی ہے'' ۳۵

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ''لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ '' ۳۶ کی تفسیر میں صحابہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں کہ

''سیدنا جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے'' ۳۷

پھر مزید قول اسی کے ضمن میں ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں حج کی نیت سے روانہ ہوا راستے میں کچھ لوگوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ مسجد کیسی ہے؟ کہنے لگے یہاں وہ درخت تھا جس کے نیچے آپؐ نے صحابہ سے بیعت رضوان لی تھی۔ یہ سن کر میں سعید بن مسیّب کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا کہ میرے والد (مسیّب بن حزم) ان لوگوں سے تھے جنہوں نے درخت کے تلے بیعت کی تھی وہ کہتے تھے کہ جب میں دوسرے سال وہاں گیا تو اس درخت کو پہچان نہ سکا، سعید کہتے ہیں کہ آپؐ کے اصحاب اس درخت کو پہچان نہ سکے اور تم لوگ ان سے زیادہ علم رکھتے ہو۔ (کہ اسے پہچان کر وہاں مسجد بنا ڈالی)''۔ ۳۸

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا کیلانیؒ نے سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین کے تفسیری اقوال سے پوری طرح استفادہ کیا ہے۔ اور یہ بات سامنے آتی ہے کہ:۔

ا۔ جب وہ کسی لفظ یا آیت کی تفسیر و توضیح کرتے ہیں تو تمام متعلقہ اقوال کو نقل نہیں کرتے بلکہ صرف اسی قول کو نقل کرتے ہیں جسے راجح سمجھتے ہیں۔

ب۔ ترغیب و ترہیب مقصود ہو تو ایک سے زائد اقوال بھی لے لیتے ہیں۔

ج۔ اکثر مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دیتے گویا وہ ان تمام کو آیت کی تفسیر میں معاون خیال کرتے ہیں۔

۲۔علوم القرآن

کتاب اللہ کی تفسیر میں علوم القرآن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے مولانا کیلانیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں ان کی طرف توجہ مبذول کی ہے اور سورتوں کی ابتدا میں مکی اور مدنی سورتوں کی نشاندہی کی ہے۔اسی طرح نسخ ،اسباب نزول، محکم و متشابہ اور قرأت کے اختلاف جیسے موضوعات کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔مگر دیگر موضوعات مثلاً تفسیر بالحدیث ،مشکل الفاظ کا لغوی حل، باطل فرقوں کے دلائل باطلہ اور توجیہات رکیکہ کی تردید، جدید مغالطات اور شبہات کا ازالہ، کی نسبت علوم قرآن میں کچھ اختصار سے کام لیا ہے اس حوالے سے مولانا کیلانیؒ کے منہج کو جاننے کے لیے کچھ امثلہ ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

زمانہ نزول کا تعین کرتے ہوئے مولانا کیلانیؒ سورۃ البقرہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

''یہ سورت مدنی سورتوں میں سے سب سے پہلی سورت ہے مکہ میں چھیاسی (۸۶) سورتیں نازل ہوئیں اور نزولی ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر (۸۷) ہے اگر چہ اس سورۃ کا بیشتر حصہ ابتدائی مدنی دور میں نازل ہوا تاہم اس کی کچھ آیات بہت مابعد کے دور میں نازل ہوئیں مثلاً حرمت سود کی آیت جو ۱۰ھ میں نازل ہوئیں'' ۳۹

آیات کے سبب نزول کا جو منہج مولانا کیلانیؒ نے اپنی تفسیر میں اپنایا ہے اس کی مثال ذکر کی جاتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ''وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّکَ'' ۴۰ کا سبب نزول ذکر کرتے ہیں کہ

''سیدنا ابن عباس'' کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جبریلؑ سے پوچھا تم ہمارے پاس جیسے آیا کرتے ہو اس سے زیادہ دفعہ کیوں نہیں آتے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی''۔۴۱

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ''لِیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ ''۴۲ کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے مولانا کیلانیؒ رقمطراز ہیں کہ

''سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب آپؐ حدیبیہ سے واپس مدینہ جا رہے تھے آپؐ نے فرمایا: مجھ پر ایک آیت ''لِیَغۡفِرَ لَکَ'' ایسی اتری ہے جو مجھے زمین کی ساری دولت سے پیاری ہے صحابہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ مبارک ہو، مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کے لیے وضاحت فرما دی مگر ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ تو اسوقت یہ آیت نازل ہوئی'' ۴۳

مولانا کیلانیؒ نے علوم القرآن میں نسخ کی بحث کا تذکرہ بھی اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ''مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا'' ۴۴ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیت میں تبدیلی دو طرح سے قرآن میں واقع ہوئی ہے ایک نسخ سے دوسرے بھلا دینے سے'' ۴۵

پھر مزید تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''متقدمین نے نسخ کا مفہوم بہت وسیع معنوں میں لیا ہے۔وہ احکام میں تدریج کو بھی نسخ کے معنوں میں لیتے تھے اور اس طرح انہوں نے آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک شمار کر دیں جب کہ احکام میں تدریج پر نسخ کا اطلاق درست نہیں۔نسخ سے مراد کسی حکم کا اُٹھ جانا ہے اس

لحاظ سے شاہ ولی اللہ صاحب نے آیات منسوخہ صرف پانچ شمار کی ہیں''۴۶

اسی طرح محکم و متشابہ بھی علوم القرآن کی اہم بحث ہے اور یہ دونوں خود قرآن ہی سے ماخوذ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے "هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" ۴۷

اس آیت کی تفسیر میں علماء نے تفصیل سے کلام کیا ہے تفسیر القرآن میں مولانا کیلانیؒ نے نہایت جامع اور مختصر انداز میں اس آیت کی وضاحت کی ہے اس سلسلے میں محکم کی تعریف کرتے ہوئے مولانا کیلانیؒ رقمطراز ہیں

''محکم آیات وہ ہیں جن کا مطلب واضح ہو جائے ان میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا مطلب لیا جا سکتا ہو اور ان سے مراد حلال و حرام سے متعلق احکام اور اوامر و نواہی ہیں اور یہی چیزیں انسان کی ہدایت کے لیے کافی ہیں۔ چونکہ قرآن کا اصل موضوع انسان کی ہدایت ہے اور محکمات سے انسان کو پوی رہنمائی مل جاتی ہے۔ لہٰذا محکمات کو ہی ام الکتاب کا نام دیا گیا ہے اور یہی وہ آیات ہیں جن کے متعلق قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے''۔ ۴۸

اس کے بعد آگے مولاناؒ نے متشابہات کی تعریف نقل کی ہے:

''متشابہات ایسی آیات ہیں جن کا مفہوم ذہن انسانی کی دسترس سے بالاتر ہوتا ہے انسان کی عقل چونکہ محدود ہے اور کائنات اور اس کے حقائق لامحدود ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جب ایسے حقائق کو بیان فرماتے ہیں تو ایسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں جو حقیقت سے قریب تر ہوں اور انسانی فہم سے بھی۔ ان آیات کا ٹھیک ٹھیک مفہوم چونکہ انسانی ذہن میں نہیں آ سکتا اس لیے ان میں اشتباہ کی گنجائش ہوتی ہے اور ہر شخص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تاویل کرنے لگتا ہے''۴۹

تعریفیں نقل کرنے کے بعد مذکورہ بالا آیت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے اور پھر اس مفہوم کی روشنی میں رقمطراز ہیں کہ

''مندرجہ بالا تفسیر ان لوگوں کے مطابق ہے جو الّا اللہ پر وقف کو لازم قرار دیتے ہیں اور یہی راجح اور انسب ہے کہ علامت وقف سے بھی ظاہر ہے۔ تاہم بعض حضرات یہاں وقف کو ضروری نہیں سمجھتے اور اس کے بعد والی واو کو عاطفہ قرار دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے معنی یوں بنتا ہے کہ متشابہات کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے نیز علم میں رسوخ رکھنے والے لوگ بھی جانتے ہیں لیکن یہ تفسیر اس لحاظ سے درست معلوم نہیں ہوتی کہ بے شمار متشابہات ایسے ہیں جن کی حقیقت اللہ کے علاوہ کسی راسخ فی العلم کو بھی معلوم نہیں ہو سکتی جن میں سر فہرست تو حروف مقطعات ہیں البتہ ذو معنی الفاظ والی آیات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ''راسخون فی العلم'' اس کی حقیقت کو پا سکیں''۔۵۰

اب اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؒ نے حروف مقطعات کے متعلق رائے دی ہے کہ ان کی حقیقت اللہ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔

ایک مفسر قرآن کے لیے علوم القرآن کی جن مباحث کا جاننا ضروری ہے صاحب حیثیت کو ان میں کمال حاصل تھا اس لیے موقع و مناسبت کے لحاظ سے بعض مقامات پر جہاں مفسر نے ضروری سمجھا ان مباحث کو اجمالی طور پر بیان کر دیا۔

۳۔اعتقادی مسائل

مولانا کیلانیؒ نے بھی برصغیر کے دوسرے مفسرین کی طرح اکثر اعتقادی مسائل کو موضوع گفتگو بنایا ہے اس لیے ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ'' ۵۱ اس آیت میں جبریہ وقدریہ کا رڈ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''دنیا میں عموماً تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو اپنے آپ کو تقدیر کے ہاتھوں میں محض کھلونا سمجھتے ہیں ایسے لوگ جبریہ کہلاتے ہیں دوسرے وہ جو اپنے آپ کو مختار مطلق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ چاہے کر سکتا ہے ایسے لوگ قدریہ کہلاتے ہیں۔معتزلین بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔تیسرے وہ جو نہ اپنے آپ کو مختار مطلق سمجھتے ہیں نہ مجبور محض اور یہی لوگ دراصل حق پر ہیں۔اس چھوٹی سی چار الفاظ کی آیت میں جبریہ اور قدریہ دونوں کا رد موجود ہے وہ یوں کہ جب ہم نَعْبُدُ کہتے ہیں تو اختیار ثابت ہو گیا اور اس میں جبریہ کا رد ہے اور جب ہم مدد چاہتے ہیں تو اس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہو گیا اور اس میں قدریہ کا رد موجود ہے'' ۵۲

اسی طرح استوی علی العرش کا مفہوم لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''قرآن میں جہاں بھی استویٰ علی کا لفظ آیا ہے تو اس کے معنی قرار پکڑنا یا جم کر بیٹھنا ہے لیکن بعض عقل پرست فرقے جن میں جہمیہ اور معتزلہ سرفہرست ہیں''استویٰ علی العرش ''۵۳ کا ترجمہ عرش پر متمکن ہو گیا یا کائنات کے نظام پر غالب آ گیا یا زمام اختیار واقتدار سنبھالی وغیرہ کرتے ہیں اور استویٰ کے معنی استولیٰ سے کرتے ہیں'' ۵۴

اس کے بعد مولانا کیلانیؒ ان الفاظ کی مزید تفسیر کرتے ہوئے بحوالہ امام ابن قیم رقمطراز ہیں کہ نون الیھود ولام جھمی ھما.....فی وحی رب العرش زائدتان یعنی یہودیوں کا نون (حطة کی بجائے حنطة کہنا) اور جھمیه کا لام (استویٰ کی بجائے استولیٰ سمجھنا) دونوں باتیں وحی الٰہی سے زائد ہیں ۵۵

اس کے بعد مولانا کیلانیؒ فرقہ جہمیہ کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فرقہ جہمیہ کا بانی جہم بن صفوان دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ تا ۱۲۵ھ) کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔یہ شخص ارسطو کے تجریدی نظریہ ذات باری تعالیٰ سے متاثر تھا (ارسطو ایک یونانی فلاسفر تھا جو ذات باری تعالیٰ کے وجود کا قائل تھا مگر تجریدی نظریہ رکھتا تھا اور آخرت کا منکر تھا) جہم اپنے زعم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مکمل تنزیہہ بیان کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی نفی کرتا تھا جو کتاب وسنت میں وارد ہیں اور اس تنزیہہ میں اس نے اس قدر غلو اور مبالغہ سے کام لیا کہ بقول امام ابوحنیفہؒ اس نے اللہ تعالیٰ کو لاشئی اور معدوم بنا دیا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت یا سمت مقرر کرنے کو شرک قرار دیتا تھا اور اس کی طرف ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور پنڈلی کی نسبت کرنے کو جن کا قرآن میں ثبوت موجود ہے ناجائز قرار دیتا تھا۔۵۶

اس کے بعد سوالیہ انداز میں جہمیہ کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے عرش پر قرار پکڑنے یا اپنے ہاتھوں، آنکھوں، چہروں اور پنڈلی کا غیر مبہم الفاظ میں ذکر فرمایا ہے تو اس کی تنزیہہ خود اس سے زیادہ بہتر کون کر سکتا ہے رہی یہ بات کہ اس کا عرش کیسا ہے یا اس نے کس طرح عرش پر قرار پکڑا ہے یا

اس کا چہرہ، آنکھیں اور ہاتھ وغیرہ کیسے ہیں تو یہ جاننے کے ہم مکلّف نہیں ہیں کیونکہ اس نے خود ہی فرمایا ہے کہ ''فلا تضربوا للّٰہ الامثال ''۵۷ تو بس ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ جو کچھ کتاب وسنت میں مذکور ہے اسے جوں کا توں تسلیم کرلے اسے عقل وفلسفہ کی سان پر چڑھا کر اس کی دوراز کار تاویلات وتحریفات پیش کرنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہوسکتا اور نہ قرآن ایسی فلسفیانہ موشگافیوں کا متحمل ہی ہوسکتا ہے کیونکہ جن لوگوں پر قرآن نازل ہوا تھا وہ اُمّی تھے اور فلسفیانہ موشگافیوں سے قطعاً نابلد تھے''۔۵۸

الغرض تفسیر تیسیر القرآن میں مولانا کیلانیؒ نے بڑے واضح اور دوٹوک انداز میں اعتقادی مسائل کا ذکر کر کے فلسفیانہ تاویلات اور تحریفات کرنے والوں کا بڑے ہی احسن انداز میں جواب دیا ہے

دیگر محاسن وخصوصیات

مذکورہ بالا اسلوب ومنہج کے ساتھ ساتھ مولانا کیلانیؒ نے فقہی مسائل، مستشرقین کی آراء کا رد وغیرہ بڑے ہی احسن انداز سے بیان کیے ہیں ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ تفسیر ہذا کے محاسن اور خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں:۔

۱۔ آپ نے اپنی اس تفسیر میں حدیث کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ وتابعین کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لیے کہ صحابہ وتابعین بھی تفسیر قرآن میں ایک نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے مفسر کا یہ انداز قابل تعریف ہے۔

۲۔ آپ نے مستشرقین اور ان کی گود میں پرورش پانے والے لوگوں کے افکار ونظریات کا رد فرمایا ہے اور قرآن وشریعت اسلامیہ کے بارے ان کے مزعومات کی خوب خبر لی ہے۔

اسی طرح گمراہ فرقوں کا رد جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور خواہشات نفس کا اتباع کرتے ہیں جیسے منکرین حدیث، قادیانی، نیچری اور وہ لوگ جو معجزات اور قرآنی حقائق کی تاویل میں ایسے نظریات پیش کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات کے خلاف ہیں۔

۳۔ قابل اعتماد لغت کی کتابوں کی مدد سے لغوی تحقیقات کا اہتمام کیا ہے۔

۴۔ آپ نے زائد بحث وتمحیص، کلامیہ حجت بازی اور خشک منطقی وفلسفی دلائل پیش کرنے سے مکمل اجتناب کیا ہے۔

۵۔ اسرائیلی روایات سے کافی حد تک اجتناب کیا ہے اور جو اسرائیلی روایات نقل کی ہیں وہ بھی ایسی ہیں جن کا نقل کرنا علماء کے نزدیک جائز ہے۔

۶۔ سورتوں اور آیات کے فضائل کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔

۷۔ اس تفسیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ تفسیر ایک محکم استدلال اور موزوں اسلوب کی حامل ہے اس کے ترجمہ میں معانی کو مجروح کیے بغیر سلاست دکھائی دیتی ہے۔

۸۔ مختلف قدیم وجدید تفاسیر کی کتابوں سے رجوع کر کے ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۹۔ اسی طرح بنیادی مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے۔

۱۰۔ ان معاشرتی مسائل پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی ہے جو مسلم معاشرہ کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ تفسیر تیسر القرآن مدح و توصیف سے بالاتر اور ایک عظیم الشان تفسیر ہے اس میں مولاناؒ صاحب کہیں تو حسین و جمیل اشارات و استعارات کو بے نقاب کرتے ہیں اور کہیں معقولات کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی کرتے ہیں یہ عظیم تفسیر آب زر کی طرح تابندہ و درخشندہ ہے۔ عوام و خواص نے اسے سر آنکھوں پر لیا ہے۔ علماء کرام اس کی تعریف و توصیف میں مشغول نظر آتے ہیں۔ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ دور حاضر میں اس پائے کی تفسیر نہیں لکھی گئی اس میں قرآن مجید کے وجوہ اعجاز اور قرآن مجید کی حفاظت و بلاغت پر بڑے احسن انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا کیلانیؒ اس کے اہل بھی تھے۔

گزشتہ صفحات میں بڑے اختصار کیساتھ چند پہلوؤں پر عمومی گفتگو کی گئی ہے اگر اس تفسیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو لاتعداد پہلو اور بے مثال خوبیاں سامنے آئیں گی۔ بلاشبہ یہ تفسیر بیسویں صدی عیسوی کے اختتام پر اردو زبان میں سلفی منہج اور تفسیر ماثورہ کی ایک کامیاب کوشش ہے عصر حاضر میں جو مسلکی تعصب نمایاں دکھائی دیتا ہے یہ تفسیر اسی شدت اور افراط و تفریط میں ایک راہ اعتدال کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ طالبان حق کے لیے قرآن مجید کی یہ تفسیر ایک محکم استدلال اور موزوں اسلوب کی حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حضرت کیلیانوالہ آجکل ایک بڑا سا گاؤں ہے جس کی آبادی آٹھ دس ہزار کے لگ بھگ ہو گی لیکن کسی زمانہ میں یہ ایک اچھا قصبہ تھا جو دریائے چناب کے کنارے آباد تھا یہاں سے تین میل شمال کی جانب ہٹ چکا ہے۔شاید اسی دریا کی دست برد سے ہی پہلا قصبہ پیوند خاک ہوا ہو اور اس چیز کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ موجودہ گاؤں سارے کا سارا ٹیلے پر واقع ہے اور درمیان سے خاصہ بلند ہے جبکہ نیچے سے کبھی کبھار پرانے برتنوں کے یا دوسرے آثار بھی ملتے ہیں۔یہ سب کیلیانوالہ کی نسبت سے جو ان کے آباؤ اجداد کا کئی پشتوں سے مسکن تھا، کیلانی کہلاتے ہیں۔

۲۔ بھٹی محمد اسحاق، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن،ص:۲۵۷ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور ۲۰۰۵ء۔

۳۔ ایضاً،ص:۲۵۸۔

۴۔ ماہنامہ مطلع الفجر لاہور۔خودنوشت عبدالرحمٰن کیلانیؒ بعنوان ''کیلیانوالہ فن خطاطی کا قدیم مرکز''،ص:۲۳۔

۵۔ ایضاً،ص۱۲۶۔

۶۔ برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن،ص:۲۶۱۔

۷۔ الفاتحہ۱:۷۔

۸۔ النساء۴:۶۹۔

۹۔ کیلانی،عبدالرحمٰن،مولانا،تیسیر القرآن،۱/۴۰، مکتبۃ السلام سٹریٹ نمبر۲۰ وسن پورہ لاہور ۱۴۲۸ھ طبع نہم۔

۱۰۔ تیسیر القرآن:۱/۳۸۔

۱۱۔ البقرۃ۲:۱۵۱۔

۱۲۔ تیسیر القرآن،۱/۳۲۶۔

۱۳۔ البقرۃ۲:۳۳۳۔

۱۴۔ تیسیر القرآن،۱/۱۸۶۔

۱۵۔ ایضاً،۳/۵۳۳۔

۱۶۔ البقرۃ۲:۱۲۹۔

۱۷۔ تیسیر القرآن،۱/۱۰۸۔

۱۸۔ البقرۃ۲:۴۱۔

۱۹۔ بخاری محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری،۱/۲۰،قدیمی کتب خانہ کراچی،الطبعة الثانيه۱۳۸۱ھ۱۹۶۱ء۔

۲۰۔ البقرۃ۲:۴۳۔

۲۱۔ صحیح البخاری،۱/۸۹۔

۲۲۔ النساء۴:۴۷۔

۲۳۔ مسلم بن حجاج،صحیح مسلم،۲/۱۳۹،قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی الطبعة الثانيه۱۳۷۰ھ۱۹۵۶ء۔

۲۴۔ الاحقاف۴۶:۱۵۔

۲۵۔ بخاری،۲/۸۸۲۔

۲۶۔ البقرۃ۲:۱۱۲۔

۲۷۔ صحیح مسلم، ۱/۷۶۔

۲۸۔ البقرۃ ۲:۱۲۵۔

۲۹۔ صحیح بخاری، ۱/۶۷۔

۳۰۔ الانفال ۸:۲۸۔

۳۱۔ تیسیر القرآن، ۲/۱۰۵۔

۳۲۔ النحل ۱۶:۲۔

۳۳۔ تیسیر القرآن، ۲/۵۰۴۔

۳۴۔ الاحزاب ۳۳:۲۳۔

۳۵۔ صحیح بخاری، ۲/۷۰۵۔

۳۶۔ الفتح ۴۸:۱۸۔

۳۷۔ صحیح بخاری، ۲/۵۹۷۔

۳۸۔ ایضاً۔

۳۹۔ تیسیر القرآن، ۱/۴۱۔

۴۰۔ مریم ۱۹:۶۴۔

۴۱۔ صحیح بخاری، ۲/۶۹۱۔

۴۲۔ الفتح ۴۸:۵۔

۴۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ۴/۱۷۵، ضیاء السنۃ ادارہ الترجمہ والتالیف، فیصل آباد۔

۴۴۔ البقرۃ ۲:۱۰۶۔

۴۵۔ تیسیر القرآن، ۱/۹۶۔

۴۶۔ ایضاً۔

۴۷۔ ال عمران ۳:۷۔

۴۸۔ تیسیر القرآن، ۱/۲۴۶۔

۴۹۔ ایضاً۔

۵۰۔ ایضاً، ص: ۲۴۷۔

۵۱۔ الفاتحہ ۱:۵۔

۵۲۔ تیسیر القرآن، ۳۸/۱۔

۵۳۔ الاعراف ۷:۵۴۔

۵۴۔ تیسیر القرآن، ۵۸/۲۔

۵۵۔ ایضاً۔

۵۶۔ ایضاً، ۵۹/۲۔

۵۷۔ النحل ۱۶:۷۴۔

۵۸۔ تیسیر القرآن، ۵۹/۲۔